پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ

شخصیت اور خدمات

* ڈاکٹر علی اصغر چشتی

ہزاروں سال نرگس! اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

عالم دُنیا میں آمدورفت کا سلسلہ سیّدنا آدم علیہ السلام کے دَور سے پورے تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ اب تک اس کائنات میں اربوں افراد آئے۔ یہاں اپنی حیات مستعار کے شب و روز سے لطف اندوز ہوئے اور پھر خاموشی کے ساتھ عالم آخرت کی طرف منتقل ہوئے۔ دُنیائے دوں میں رہنے والا ہر فرد بشر عالم سفر میں ہے۔ حرکت و اضطراب میں ہے۔ حیرت و تحیر میں ہے۔ ہر گھڑی اور ہر لحہ آنے والوں کا استقبال ہو رہا ہے اور جانے والوں کو الوداع کہا جا رہا ہے۔ اس چیستان میں کسی کو کوئی خبر نہیں کہ آنے والے لمحات میں اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور کن حالات سے اس کو دوچار ہونا ہے۔ اُس فلسفی صاحب شعور نے کیا سچ کہا ہے:

ایک مُعمّہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
زندگی کاہے کو ہے خواب ہے دیوانے کا

ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ڈاکٹر محمود احمد غازی، جواب ابرِ بہار کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ اتنی وارفتگی کے ساتھ آناً فاناً اور بلا تمہید پردہ اٹھائیں گے اور دبیز پردوں کے پیچھے چلے جائیں گے۔ ایسے پردوں کے پیچھے جہاں ہم انہیں دیکھ نہیں پائیں گے۔ ڈاکٹر غازی کو اللہ جل شانہ نے زندگی بھر صحت اور عافیت کے ساتھ رکھا۔ آپ کبھی ہسپتال میں داخل نہیں ہوئے۔ اب کی بار پہلی اور آخری مرتبہ P.I.M.S کے شعبہ انتہائی نگہداشت میں گئے۔ ڈاکٹر نے انجکشن دیا تو بحال ہوئے، افاقہ ہوا لیکن یہ شاید انہیں بھی معلوم نہ تھا کہ افاقہ وقتی اور عارضی ہے اور اب وہ اس عالم میں چند ساعتوں کے مہمان ہیں۔

---

* ڈین کلیہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کی ولادت 1950ء میں ہوئی آپ کے والد محترم مولانا محمد احمد فاروقی دہلی میں پاکستان کے ہائی کمیشن میں ملازم تھے۔ والدہ محترمہ کا تعلق کاندہلہ کے مشہور و معروف صدیقی خاندان سے ہے۔ ڈاکٹر غازی کاندہلہ میں اپنی نانی صاحبہ کے ہاں رہتے ہوئے مولانا صدیق احمدؒ کے قائم کردہ مدرسہ میں داخل ہوئے اور حافظ عبدالعزیزؒ استاد شعبۂ حفظ سے پڑھنا شروع کیا۔ 1954ء میں آپ کے والد صاحب اپنے خاندان سمیت کراچی منتقل ہوئے۔ یہاں آ کر آپ نے حفظ قرآن کا سلسلہ جاری رکھا اور قاری وقاء اللہ صاحب پانی پتی سے تلمذ کا رشتہ جوڑا۔ ڈاکٹر غازی صاحب نے اوائل عمری میں حفظ مکمل کیا۔

حفظِ قرآن کر لینے کے بعد آپ کے والد صاحب آپ کو علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے قائم کردہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں لے آئے۔ یہ مدرسہ اُن دنوں کراچی کے بہترین مدراس میں شمار ہوتا تھا۔ علامہ بنوری رحمہ اللہ کے علاوہ بڑے بڑے نامی گرامی علماء اور فضلاء اس مدرسہ میں تدریس اور تربیت کے فرائض انجام دیتے تھے۔

ڈاکٹر غازی صاحب نے چار سال تک مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے اساتذہ سے استفادہ کیا۔ جن دنوں آپ دعوۃ اکیڈمی کے ڈائریکٹر جنرل تھے اور مولانا عبداللہ کاکاخیل رحمہ اللہ تربیت ائمہ کے شرکاء کو اصولِ تفسیر کا کورس پڑھانے کے لیے آتے تھے تو ڈاکٹر غازی صاحب بہ نفسِ نفیس انہیں پروٹوکول دیتے تھے اور بڑے احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ ہمیں بتاتے تھے کہ مولانا کاکاخیل آپ کے اساتذہ میں سے ہیں جن دنوں ڈاکٹر غازی صاحب مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں شاگرد کی حیثیت سے پڑھتے تھے۔ مولانا کاکاخیل وہاں استاد کی حیثیت سے پڑھاتے تھے۔

1960ء کے بعد جب دارالخلافہ کراچی سے اسلام آباد منتقل ہوا اور سرکاری ملازمین نتیجۃً اسلام آباد shift ہونا شروع ہو گئے تو ڈاکٹر غازی صاحب کا خاندان بھی نئے دارالخلافہ میں آ بسا۔ اسلام آباد آنے کے بعد ڈاکٹر غازی صاحب نے یہاں کے دینی مدارس سے استفادہ شروع کیا۔ آپ بتاتے تھے کہ یہاں اُن دنوں میں دینی مدارس کی تعداد اتنی نہیں تھی اور کراچی کے مقابلہ میں معیار بھی ایسا نہیں تھا۔ بایں ہمہ آپ نے مختلف مدارس کے اساتذہ سے تعلق قائم کیا۔ آپ بتاتے تھے کہ آپ نے قاری محمد امین رحمہ اللہ کے مدرسہ واقع ورکشاپی محلّہ اور جامعہ فرقانیہ (کوہاٹی بازار) کے اساتذہ سے مختلف فنون حاصل کیے۔ دورۂ حدیث کا انتظام چونکہ صرف حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ کے مدرسہ تعلیم القرآن میں تھا۔ اس لیے دورۂ حدیث کے لیے آپ نے تعلیم القرآن میں داخلہ لیا۔ یہاں مولانا عبدالشکور کامل پوریؒ اور مولانا عبدالرحمٰن مینویؒ حدیث کی اُمہات الکتب پڑھاتے تھے اور بڑی تحقیق کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ ڈاکٹر غازی صاحب اکثر ان کا تذکرہ کرتے تھے اور ان کی تعریف کرتے تھے۔

درسِ نظامی کی تکمیل کے علاوہ ڈاکٹر غازی نے میٹرک کیا۔ ایف اے کیا اور بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔ ان تمام مراحل کے امتحانات آپ نے پرائیوٹ طالب علم کی حیثیت سے اپنے مطالعہ اور محنت کے بل بوتے پر پاس کیے۔

ڈاکٹر غازی صاحب نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد عالم شباب میں کیا۔ آپ نے مولانا عبدالجبار غازی کے قائم کردہ مدرسہ ملیہ اسلامیہ میں پڑھانا شروع کیا۔ تدریس کے ساتھ ساتھ آپ اپنے ذوق و شوق کی بنا پر اسلام آباد کی لائبریریوں سے استفادہ کرتے تھے۔ شیخ صاوی شعلان کے ساتھ آپ کی ملاقات ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کی لائبریری میں ہوئی۔ شیخ شعلان نے جب آپ کو بتایا کہ وہ مصر کے معروف و مشہور شاعر ہیں اور یہاں آ کر علامہ اقبال کے کلام کی تعریب کرنا چاہتے ہیں ۔ دورانِ گفتگو جب شیخ نے غازی صاحب کو کلام اقبال کی تعریب کے ضمن میں مدد کے لیے کہا تو غازی صاحب نے فوراً ہامی بھر لی اور اس کام میں اس حد تک منہمک ہو گئے کہ مدرسہ ملیہ اسلامیہ کی تدریس سے مستعفی ہو گئے ۔ غازی صاحب بتاتے تھے کہ شیخ شعلان کے ساتھ رہ کر انہیں کلام اقبال کو بہت تفصیل اور غور و خوض کے ساتھ پڑھنے کا موقع ملا۔ علاوہ ازیں اس عرصہ میں عربی زبان کا ذوق بھی بڑھ گیا اور استعداد میں بھی اضافہ ہوا۔ شیخ صاوی شعلان کا پروجیکٹ مکمل ہو گیا تو وہ واپس چلے گئے ۔ لیکن غازی صاحب حسب معمول ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کی لائبریری سے منسلک رہے۔ غازی صاحب بتاتے ہیں کہ جب ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے رفقاء تحقیق کو ان کی عربی زبان میں مہارت اور صلاحیت کا علم ہوا تو انہوں نے ادارۂ کی انتظامیہ سے بات کی اور اس طرح انہیں ادارہ میں کام کرنے کی پیشکش ہوئی ۔ ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کو join کر لینے کے بعد غازی صاحب نے بہت سرعت کے ساتھ اپنے آپ کو improve کیا۔

1972ء میں آپؒ نے ایم۔اے (عربی) کا امتحان پاس کیا۔ پھر انگریزی کی طرف توجہ دی اور انگریزی زبان میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ پڑھ بھی سکتے تھے اور لکھ بھی سکتے تھے۔ اس کے ساتھ آپ نے فرنچ زبان بھی سیکھی اور فرنچ کلچرل سنٹر سے ڈپلومہ حاصل کیا۔ ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کی لائبریری سے ڈاکٹر غازی صاحب نے بھرپور استفادہ کیا اور مسلسل استفادہ کیا۔ آپ ہمیں بتاتے تھے کہ ادارہ کی لائبریری محض لائبریری نہیں یہ بہت بڑا قیمتی خزانہ ہے اس خزانہ کی قدر و قیمت وہی لوگ جان سکتے ہیں جو اس سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کہا کرتے تھے کہ اس دور کے طلبہ اور اساتذہ محض اپنی ضرورت کے مطابق کتاب سے معلومات لیتے ہیں پوری کتاب پڑھنا گوارا نہیں کرتے۔ حالانکہ کتاب کو غلاف سے غلاف تک پڑھنا چاہیے اور پورے غور و خوض کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

ڈاکٹر غازی صاحب کے بارے میں عام طور سے مشہور یہ تھا کہ آپ عربی زبان کے ماہر ہیں۔ ترجمانی کے ماہر

ہیں اور عربی زبان کی تدریس کے ماہر ہیں۔ یہ شہرت مبنی بر حقیقت تھی اور اپنی جگہ سو فیصد درست تھی لیکن اصل بات یہ ہے کہ آپ کا فطری میلان فقہ اور اصولِ فقہ کی طرف تھا۔ آپ نے فقہ اور اصولِ فقہ کے مجال میں بہت وسیع مطالعہ کیا۔ معروف فقہی مذاہب سے متعلق مصادر و مآخذ اور مراجع کو آپ نے بالاستیعاب پڑھا تھا۔ آپ کئی اہم مآخذ کے بارے میں بتاتے تھے کہ ان کا مطالعہ آپ نے چار چار اور پانچ پانچ بار کیا ہے۔ اسی طرح تمام فقہی مذاہب کے اصولوں کے ضمن میں مصادر و مآخذ کے محتویات تک آپ کے ذہن میں تھے جب آپ فقہ اور اصولِ فقہ کے کسی موضوع پر گفتگو کرتے تھے تو اپنے مطالعہ کی ترتیب کے مطابق کرتے تھے اور بتاتے جاتے تھے کہ کون سی کتاب آپ نے پہلے پڑھی اور کون سی کتاب اس کے بعد پڑھی۔ پھر ہر ایک کتاب کی خصوصیات واضح کرتے چلے جاتے تھے۔ آپ نے مصادر فقہ کے بارے میں کئی بار اس پہلو سے گفتگو کی کہ ہر مصدر کی اپنی جگہ اہمیت ہے اور ہر ایک مصدر کا مطالعہ فقہ کے طالب علم کے لیے ضروری ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امام قدوری کی مختصر پڑھ لینے کے بعد امام نسفی کی کنز الدقائق پڑھنے کی کیا ضرورت ہے وہ دراصل ان مصادر کی ترتیب و ترکیب سے واقف نہیں اور عدم واقفیت کی بنا پر وہ ایسی باتیں کیا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر غازی صاحب کہا کرتے تھے کہ محض متون پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے متون کی شروح کا پڑھنا بھی لازمی ہے۔ فقہ سے فطری تعلق کی بناء پر آپ نے ادب القاضی کے موضوع پر ایک تالیف مرتب کی۔ یہ اُس دور کی بات ہے جب پاکستان میں اسلامائزیشن اور خاص طور پر قوانین کی اسلامائزیشن کے عمل کا آغاز ہوا۔ اُن دنوں ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی نے فقہ اور اصولِ فقہ کی امہات الکتب کا اردو زبان میں ترجمہ کرانے کی پلاننگ کی۔ غازی صاحب نے ادب القاضی کا عنوان منتخب کر کے مصادر و مراجع سے متعلقہ عبارات جمع کیں۔ اس ضمن میں آپ نے ڈاکٹر عبدالرحیم اشرف بلوچ کو بھی ساتھ رکھا۔ یہ کتاب جب زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی تو قانون کے طلبہ و اساتذہ، وکلاء اور ججز نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ڈاکٹر غازی صاحب کے تعارف اور شہرت میں ''ادب القاضی'' کا اچھا خاصا عمل دخل ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ 1983ء میں چھپی بعد میں غالباً 1990ء کے آس پاس ڈاکٹر غازی صاحب نے اس پر مزید کام کیا زبان و بیان کے لحاظ سے اس پر بڑی توجہ دی حواشی پر نظر ثانی کی۔ ٹائٹل کو دوبارہ ڈیزائن کیا گیا اور خوبصورت شکل میں کتاب کی طباعت ہوئی۔

پاکستان میں اسلامائزیشن 1980ء میں burning issue تھا۔ اس ضمن میں ایسے افراد اور رجال کار کی production وقت کی اہم ضرورت تھی جو اسلامائزیشن کے عمل میں مدد و معاون ثابت ہو سکیں اس مقصد کے تحت قائدِ اعظم یونیورسٹی میں فیکلٹی آف شریعہ اینڈ لاء کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس فیکلٹی کا بنیادی ہدف یہ تھا کہ پاکستان

میں جو دینی علوم کے حامل طلبہ ہیں انہیں مروّجہ اور متداول قوانین پڑھائے جائیں اور جو مروجہ قوانین کے حامل طلبہ ہیں انہیں فقہ اور اصولِ فقہ کی تعلیم دی جائے۔علاوہ ازیں ایسے طلبہ اور اساتذہ تیار کیے جائیں جو بہ یک وقت احکامِ شرعیہ اور قوانین مروجہ پر دسترس رکھتے ہوں۔اس فیکلٹی کو ڈیزائن اور launch کرنے کے لیے ڈاکٹر حسین حامد حسان اور ڈاکٹر حسن محمود الشافعی مصر سے تشریف لائے۔دونوں اساتذہ علم وفضل اور اخلاص وخلوص کے پیکر تھے۔لیکن یہاں کے ماحول، معاشرت، اقدار اور تعلیمی نظام سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے تخطیط اور تنسیق میں دِقت محسوس کر رہے تھے۔ انہیں مقامی طور پر ایسے سکالرز کی ضرورت تھی جو انہیں پاکستان کے احوال واوضاع کے مطابق guide کر سکیں۔ایسے حالات میں ڈاکٹر غازی صاحب مناسب ترین شخصیت کے روپ میں ان کے سامنے آئے۔فیکلٹی آف شریعہ اینڈ لاء اور شریعہ اکیڈمی کی ساری تخطیط ڈاکٹر غازی صاحب نے کی۔آپ ہمیں بتاتے تھے کہ اُن دنوں آپ کا بیشتر وقت ڈاکٹر حسین اور ڈاکٹر شافعی کے ساتھ گزرتا تھا۔

فیکلٹی آف شریعہ اینڈ لاء کو بعد میں مستقل حیثیت دی گئی اور پھر اس فیکلٹی کی بنیاد پر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی عالم وجود میں آئی۔فیکلٹی آف شریعہ اینڈ لاء میں طلبہ کو داخلہ دیا گیا تو اب ایسے اساتذہ کی ضرورت تھی جو ان طلبہ کو یونیورسٹی کے نصاب اور نظام کے مطابق پڑھا سکیں۔اس مقصد کے لیے ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کے سکالرز کی خدمات حاصل کی گئیں۔ڈاکٹر احمد حسن (مرحوم) اور ڈاکٹر غازی دونوں فیکلٹی کے اساتذہ میں سرفہرست تھے۔فیکلٹی کے ساتھ شریعہ اکیڈمی میں جب وکلاء اور ججز کے تربیتی پروگرام کا آغاز ہوا تو ڈاکٹر غازی صاحب نے وہاں لیکچرز دینے کا سلسلہ شروع کیا۔شریعہ اکیڈمی میں آپ کی شہرت ''الأحکام السلطانیہ'' (اسلام کا سیاسی نظام) کی تدریس کی وجہ سے تھی۔آپ بڑے ذوق وشوق سے پڑھاتے تھے اور بڑی محنت اور تیاری کر کے کلاس میں جاتے تھے۔

تدریس کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر غازی صاحب کا تعلق قلم وقرطاس کے ساتھ برابر قائم رہا۔ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کا عربی مجلّہ ''الدراسات الإسلامیہ'' 1981ء سے آپ کے زیر ادارت چھپتا رہا۔اس مجلّہ نے آپ کی ادارت کے دَور میں نمایاں ترقی کی۔1987ء تک آپ مسلسل اس کے مدیر رہے۔آپ نے مدیر کی حیثیت سے ''الدراسات الاسلامیہ'' کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کرایا۔عربی زبان کے ساتھ فطری اور قلبی لگاؤ کی بنا پر آپ ہر ایک مقالہ کو خود پڑھتے تھے اور تفصیل کے ساتھ ایڈٹ کرتے تھے۔شروع میں ''**كلمة العدد**'' کے عنوان سے اداریہ لکھتے تھے۔ان ادارتی نوٹوں کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر غازی صاحب کو اس دور میں عربی محاورہ کے استعمال پر کتنا عبور حاصل تھا۔

1984ء میں آپ کو ''فکر ونظر'' کی ادارت کی ذمہ داری ملی۔''فکر ونظر'' ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کے آرگن کی

حیثیت سے مشہور ہے۔ شروع شروع میں اس میں ہر نوع کے مقالات چھپتے تھے۔ ڈاکٹر غازی صاحب نے اسے باقاعدہ streamline کیا۔ اس کے معیار پر بھرپور توجہ دی۔ جس کی وجہ سے ''فکر ونظر'' نے تحقیقی مجلّات کی صف میں ایک نمایاں حیثیت اختیار کر لی۔

1980ء کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں نے بڑی پلاننگ کے ساتھ اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ وہ دراصل اُس زد کا جواب دینا چاہتے تھے جو انہیں 1974ء میں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی وجہ سے پہنچی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ اُس داغ کو جلد از جلد دھولیں جس کی وجہ سے انہیں اپنا چہرہ متاثر نظر آتا تھا۔ اس مقصد کے لیے جماعت احمدیہ کے اعلیٰ طبقہ کی ایماء اور ہدایت پر اس جماعت کے مربی سرگرم عمل ہو گئے اور مختلف حربوں کے آزمانے پر اُتر آئے۔ سیالکوٹ سے مولانا محمد اسلم قریشی کو اغوا کیا گیا۔ کوئٹہ میں واقع دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت پر حملہ ہوا۔ پشاور اور لاہور کے مبلغین کو دھمکیاں دی گئیں۔ ملک کی مختلف عدالتوں میں مختلف نوعیت کے مقدمات درج کرائے گئے۔ کلاچی (بدین) میں جامع مسجد کے خطیب پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ ٹنڈو آدم میں کئی واقعات رونما ہوئے۔ یہ سلسلہ جہاں پاکستان میں چلتا رہا۔ وہاں بیرونِ ملک بھی جماعت احمدیہ نے اپنی سرگرمیاں بڑھا دیں۔ اس ضمن میں کیپ ٹاؤن کی ہائی کورٹ میں وہاں کی جماعت احمدیہ نے مسلمانوں کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ ہمیں جب اس مقدمہ کی اطلاع ملی تو ہمیں بہت زیادہ تشویش ہوئی۔ عشاء کی نماز کے بعد مجلس ختم نبوت کراچی کے دفتر میں مفتی احمد الرحمٰن رحمہ اللہ کی زیر صدارت میٹنگ ہوئی۔ دوسرے دِن حاجی لال حسین رحمہ اللہ (امیر مجلس ختم نبوت کراچی) کے گھر ان کی صدارت میں اجلاس ہوا۔ کیپ ٹاؤن کے مسلمان زعما کے ساتھ فون پر رابطہ کیا گیا۔ ان سے احوال دریافت کیے گئے اور انہیں بتایا گیا کہ یہاں کے علماء اُن کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان اور کیپ ٹاؤن کے مسلمان زعماء کے مساعی کے نتیجہ میں حکومتِ پاکستان نے ہائی کورٹ کیپ ٹاؤن میں درج مقدمہ کی پیروی کے لیے علماء اور سکالرز کی ایک ٹیم تشکیل دی۔ اس ٹیم میں ڈاکٹر محمود احمد غازی شامل تھے۔ مولانا عبدالرحیم اشعر رحمہ اللہ نے ہمیں بتایا کہ کیپ ٹاؤن پہنچ کر مقدمہ کی براہِ راست پیروی کے لیے جب مشاورت ہوئی تو اکثریت نے ڈاکٹر غازی صاحب کے حق میں ووٹ دیا۔ مولانا فرماتے تھے کہ اس وقت ہمیں محمود احمد غازی کی صلاحیت کا علم نہیں تھا۔ ہمیں تشویش تھی کہ عدالت میں یہ شخص بہت پیچیدہ اور ٹیکنیکل نوعیت کے سوالات کے جوابات کیسے دے گا۔ لیکن چونکہ معاملہ انگریزی زبان کا تھا اس لیے ہم خاموش ہو گئے۔ البتہ ہم نے غازی صاحب کو بتایا کہ وہ بلا جھجک ہم سے بوقت ضرورت پوچھیں اور معلومات حاصل کریں۔ ڈاکٹر غازی صاحب نے پینتالیس دن عدالت عالیہ کیپ ٹاؤن میں کھڑے ہو کر جماعت احمدیہ کے مایہ ناز، قابل اعتبار اور تربیت یافتہ وکلاء

اور سکالرز کے سوالات کے جواب دیئے۔ آپ بتاتے تھے کہ ان دنوں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، تاریخ، منطق، فلسفہ، عربی، فارسی اور انگریزی غرضیکہ تمام علوم وفنون کی اہمیت کا اندازہ ہوا۔ جماعت احمدیہ کے وکلاء ہر قسم اور ہر نوع کے سوالات کرتے تھے اور ہر پہلو سے الجھانے کی کوشش کرتے تھے۔ ڈاکٹر غازی صاحب کو اللہ جل شانہ نے بہت قوی حافظہ عطا فرمایا تھا۔ استحضار کا ملکہ بھی قابل رشک تھا اور گفتگو کرنے کا سلیقہ بھی بہت خوب تھا۔ عدالتِ عالیہ کی جج خاتون تھیں وہ بہت غور سے فریقین کے دلائل سنتی تھیں اور cross examination بھی کرتی تھیں۔ ڈاکٹر غازی صاحب نے ان دنوں میں اس مقدمہ کی پیروی کے سلسلہ میں جو معلومات جمع کیں اور انہیں نوٹس کی شکل میں لکھا۔ آپ کے بقول ہزاروں صفحات پر مشتمل مواد ہے۔ آپ کی شدید خواہش تھی کہ اس مواد کو حاصل کر کے مدوّن کیا جائے اور کتابی شکل میں شائع کیا جائے لیکن بوجوہ ایسا نہ ہوسکا۔

1985ء میں جب دعوہ اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا تو ڈاکٹر غازی صاحب نے اس کے پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ نے تربیت ائمہ پروگرام کے لیے ہفتہ میں ایک لیکچر کا ٹائم دیا۔ عام طور سے لیکچر ایک گھنٹہ کا ہوتا تھا لیکن ڈاکٹر غازی صاحب کی کلاس کبھی بھی دو گھنٹے سے پہلے ختم نہیں ہوتی تھی۔ شرکاء کورس سوال پر سوال کرتے تھے اور آپ خوشی خوشی جواب دیتے تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ پڑھانے سے زیادہ انہیں سوالات کے جواب دینے میں لطف آتا ہے۔ ایک موقع پر تربیت ائمہ کے شرکاء نے ہڑتال کردی کلاسوں کا بائیکاٹ کر دیا انہیں شکایت تھی کہ عملۂ تدریس کی کارکردگی سے وہ مطمئن نہیں۔ ہم نے ڈاکٹر غازی صاحب سے درخواست کی کہ اس پروگرام کے لیے ہمیں مزید ٹائم عنایت فرمائیں۔ آپ نے پوچھا: کیا یہ لوگ میری تدریس سے مطمئن ہیں؟ ہم نے کہا: جی ہاں! آپ کی تدریس سے خوش اور مطمئن ہیں۔ کہنے لگے: ٹھیک ہے اگر یہ لوگ مجھ سے خوش ہیں تو میں ہفتہ میں دو دن آیا کروں گا۔ اس کے بعد ڈاکٹر غازی صاحب ہفتہ میں دو دِن آتے رہے۔ اکیڈمی کے رفقاء بھی آپ کے لیکچر میں شریک ہوتے تھے اور مستفید ہوتے تھے۔

1988ء میں جب دعوۃ اکیڈمی کے اندرونی امور اور معاملات میں پیچیدگی اور تناؤ پیدا ہوا اور اس تناؤ نے بالآخر گھمبیر شکل اختیار کر لی تو یونیورسٹی کی انتظامیہ نے دعوۃ اکیڈمی کے مدیر عام کی حیثیت سے ڈاکٹر غازی کا انتخاب کیا۔ مجھے اب تک وہ دِن یاد ہے جب ڈاکٹر غازی صاحب بہت سادگی کے ساتھ دعوۃ اکیڈمی کے دفتر واقع کراچی کمپنی تشریف لائے۔ ہم لوگوں نے آپ کا استقبال کیا آپ سیدھے آڈیٹوریم تشریف لے گئے۔ دعوۃ اکیڈمی کے تمام رفقاء کو جمع کیا گیا۔ آپ نے بہت جچے تُلے انداز میں خطاب کیا اور بتایا کہ دعوۃ اکیڈمی کے تقریباً تمام پروگراموں سے انہیں پوری

طرح واقفیت حاصل ہے ۔ وہ کوشش کریں گے کہ دعوۃ اکیڈمی کو مزید promotion ملے اور اس کی projection قومی اور بین الاقوامی سطح پر ہو۔ بعد میں ڈاکٹر غازی صاحب نے مدیر عام کے دفتر میں بیٹھ کر ہمارے ساتھ خصوصی نشست کی اس نشست میں آپ نے بتایا کہ بنیادی طور پر آپ کا تعلق کتاب اور قلم وقرطاس سے ہے ۔ یونیورسٹی انتظامیہ نے آپ کو فائلوں کے ڈھیر کی طرف بھیجا ہے اور کہنے لگے کہ آپ حسبِ معمول قلم وقرطاس کے ساتھ اپنے تعلق کو برقرار رکھیں گے ۔ ڈاکٹر غازی صاحب نے جب دعوۃ اکیڈمی کے مدیر عام کی حیثیت سے قلم دان سنبھالا تو اُس وقت دعوۃ اکیڈمی میں تین شعبے کام کر رہے تھے ۔ ایک شعبہ تربیت ائمہ دوسرا شعبہ اسلامی خط و کتابت کورسز اور تیسرا شعبہ میڈیا۔ آپ نے وقت کے ساتھ ساتھ تربیتی پروگراموں کو بڑھایا مثلاً آرمی آفیسرز کے لیے تربیتی پروگرام شروع ہوا۔ اساتذہ کے لیے ورکشاپس کا سلسلہ شروع ہوا۔ اہل صحافت کے لیے مختصر دورانیے کے پروگرام منعقد ہونا شروع ہوئے ۔ بچوں کے ادب کا شعبہ قائم ہوا۔ بین الاقوامی تربیت آئمہ کے پروگرام کا آغاز ہوا۔ دعوۃ سٹڈی سینٹر قائم کیا گیا۔ ''دعوہ'' کے نام سے اُردو میگزین اور Da'wah highlights کے نام سے انگریزی میگزین کا اجراء ہوا۔ دعوتی پروگراموں کا سلسلہ بین الاقوامی سطح تک بڑھایا گیا۔ امریکہ، برطانیہ، جرمنی کے علاوہ افریقہ اور یورپ کے کئی ممالک میں دعوتی پروگراموں کا انعقاد پورے تسلسل کے ساتھ جاری رہا۔

شعبہ اسلامی خط و کتابت کورسز کے تحت تفسیر قرآن کورس چل رہا تھا۔ یہ کورس بنیادی طور پر فیصل مسجد میں دیئے جانے والے خطبۂ جمعہ کے ضمن میں آیات کے انتخاب پر مبنی ہوتا تھا۔ فیصل مسجد میں ہر جمعہ کو ترتیب کے ساتھ قرآنی آیات کی تفسیر بیان کی جاتی تھی۔ انہی آیات کی تفسیر کو چھاپ کر دعوۃ اکیڈمی کی جانب سے خطبۂ جمعہ کے نام سے تقسیم بھی کیا جاتا تھا۔ ڈاکٹر غازی صاحب نے اس کی ترتیب تبدیل کر دی ۔ آپ نے ہدایت کی کہ جو ترتیب خطبۂ جمعہ میں چل رہی ہے۔ اس ترتیب کے مطابق خطبۂ جمعہ پہلے سے تیار کر کے چھاپ دیا جائے اور نمازیوں میں تقسیم کیا جائے ۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ نمازی اُن آیات کے ضمن میں خطیب کا بیان سن بھی لیں گے اور مطبوعہ شکل میں آیات کی تفسیر پڑھ بھی لیں گے ۔ آپ چونکہ خود فیصل مسجد کے خطیب تھے ۔ اس لیے خطبہ بھی دیتے تھے اور نماز بھی پڑھاتے تھے ۔ 1987ء میں جب فیصل مسجد کا باقاعدہ افتتاح جنرل ضیاء الحق (مرحوم) نے کیا تو خطابت کے لیے آپ کا انتخاب کیا۔ شعبۂ اسلامی خط و کتابت کورسز کے تحت ڈاکٹر غازی صاحب نے کاتبِ حروف سے مطالعۂ حدیث کا کورس لکھوایا۔ یہ کورس چوبیس یونٹوں پر مشتمل تھا۔ غازی صاحب نے اس کی طباعت اور اشاعت میں خصوصی دلچسپی لی۔ اس کورس کو اتنی پذیرائی ملی کہ ایک دہائی کے عرصہ میں لگ بھگ ستر ہزار افراد نے اس میں داخلہ لیا۔ ڈاکٹر غازی صاحب کہا کرتے تھے کہ:

"ہمارے معاشرہ میں حدیث کا لٹریچر عام کرنے کی ضرورت ہے اور حدیث کی اساس پر ایسا لٹریچر مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ جو عام فہم ہو۔ روزمرہ کی زندگی سے متعلق ہو اور اس پر کسی موقف کی چھاپ نہ ہو۔"

مطالعۂ حدیث کے علاوہ آپؒ نے کاتبِ حروف سے مطالعۂ اسلام کورس لکھوایا۔ یہ کورس پچاس یونٹوں پر مشتمل تھا۔ میں یونٹ کا مسوّدہ تیار کرتا تھا۔ غازی صاحبؒ اُسے اپنے بریف کیس میں رکھتے تھے۔ اُسے بار بار پڑھتے تھے۔ عبارت میں تسہیل اور اصلاح کرتے تھے اور پھر مجھے واپس دیتے تھے۔ اس کورس کا پورا مسوّدہ آپؒ نے آفسٹ پیپر پر کاتب سے لکھوایا۔ فلمیں بنوائیں۔ مضمون کے مطابق ہر یونٹ کا ٹائٹل ڈیزائنر سے بنوایا اور اس کی طباعت کے لیے بہت اعلیٰ قسم کا کاغذ منگوایا۔ لیکن ابھی مسوّدہ پریس میں نہیں گیا تھا کہ حالات نے اچانک کروٹ لی۔ آپ کو دعوہ اکیڈمی سے ٹرانسفر کر دیا گیا اور نائب رئیس کے منصب پر فائز کیا گیا۔ دعوہ اکیڈمی کی نئی انتظامیہ نے اپنی سطح اور فہم کے مطابق اس پروجیکٹ کا جائزہ لیا اور اسے غیر ضروری قرار دے کر suspend کر دیا۔ ڈاکٹر غازی صاحبؒ نے بعد میں کئی بار مجھ سے اس کورس اور مسوّدات کے بارے میں تذکرہ کیا۔ میں نے بھی مسوّدات حاصل کرنے کی بڑی کوشش کی۔ لیکن اہل دانش نے معاملہ بڑی سوچ سے الجھایا تھا اور اپنا کام دکھایا تھا۔

1991ء میں آپ کو دعوۃ اکیڈمی کے ساتھ ساتھ شریعہ اکیڈمی کے مدیر عام کی حیثیت سے فرائض سونپے گئے۔ اس اکیڈمی کے ساتھ آپ کا انسلاک اس کے آغاز ہی سے تھا۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے شریعہ اکیڈمی میں کئی شعبے قائم کیے۔ اس کی لائبریری پر بطورِ خاص توجہ دی اور فقہ و اصولِ فقہ کے علاوہ مروجہ قوانین سے متعلق basic Sources اور مراجع سے اسے مزین کروایا۔ اکیڈمی سے مطبوعات کا سلسلہ جاری کرایا۔ آپؒ کی خواہش تھی کہ عربی میں جتنی بھی تفاسیرِ احکام ہیں ان کا مروّجہ اُردو میں ترجمہ کرایا جائے اور اکیڈمی کی طرف سے انہیں شائع کرایا جائے۔ اس ضمن میں امام ابو بکر جصّاص کی "آیات الاحکام" اور امام قرطبی کی "الجامع لایات الاحکام" پر آپؒ کی خصوصی نظر تھی۔ اس مقصد کے لیے آپ نے فنڈز کا اہتمام کر لیا تھا اور کام کا آغاز بھی ہو گیا تھا لیکن بوجوہ منصوبہ کامیاب نہ ہو سکا۔ تفسیر قرطبی کی پہلی جلد بعد میں شریعہ اکیڈمی کی طرف سے چھپ گئی ہے۔ آیات الاحکام کا ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے لیکن جو خاکہ ڈاکٹر صاحب کے ذہن میں تھا اس کے مطابق یہ منصوبہ آگے نہیں بڑھ سکا۔

1994ء سے 2004ء تک ڈاکٹر غازی صاحب بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے نائب صدر رہے۔ بہ ظاہر آپؒ نائب صدر تھے لیکن حقیقی معنوں میں یونیورسٹی کے تمام اُمور آپؒ کے حسب منشا چلتے تھے۔ اساتذہ اور طلبہ کے جتنے

مسائل ہوتے تھے وہ آپ حل کرتے تھے اور آپ کا دفتر ہر وقت ایک جمگھٹے کا منظر پیش کرتا تھا۔ ڈاکٹر حسین حامد حسان کے بعد ڈاکٹر احمد العسّال یونیورسٹی کے قائم مقام صدر بنے۔ ڈاکٹر عسّال مزاجاً ادارتی اُمور سے کوسوں دُور تھے اور اکثر و بیشتر بیرون ملک رہتے تھے۔ اس لیے یونیورسٹی زیادہ تر ڈاکٹر غازی صاحب کے ذمہ رہتی تھی۔ ڈاکٹر احمد العسّال (مرحوم) کے بعد جب ڈاکٹر حسن شافعی یونیورسٹی کے رئیس مقرر ہوئے تو انہیں ڈاکٹر غازی صاحبؒ پر نہ صرف یہ کہ اعتماد تھا بلکہ سو فیصد انحصار تھا۔

1999ء میں ڈاکٹر غازی صاحبؒ کی مصروفیات میں ایک اور اہم اضافہ ہوا۔ جنرل پرویز مشرف نے عنانِ اقتدار سنبھالنے کے بعد جب ''قومی سلامتی کونسل'' قائم کی تو آپ کو اس کونسل کا رُکن منتخب کیا۔ اس کونسل کی چونکہ بہت اہم ذمہ داریاں تھیں اس لیے ڈاکٹر غازی صاحب انتہائی مصروف ہو گئے۔ قومی سلامتی کونسل کے رُکن ہونے کی حیثیت سے ڈاکٹر صاحب نے بہت اہم اور مفید کام کیے۔ اب جب ہم اُس وقت کی صورتِ حال کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر غازی صاحبؒ نے کونسل کی رُکنیت کیوں قبول کی تھی؟ قومی سلامتی کونسل کی رُکنیت قبول کر کے آپؒ نے اس vision کو استعمال کیا۔ جو اللہ جل شانہ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ بعض حضرت ڈاکٹر غازی صاحبؒ پر اعتراض کرتے تھے کہ انہوں نے جنرل پرویز مشرف کے قائم کردہ قومی سلامتی کونسل کی رُکنیت قبول کر کے جنرل موصوف کے ہاتھ مضبوط کیے۔ ڈاکٹر صاحب کہا کرتے تھے کہ جنرل پرویز کے ہاتھ ویسے مضبوط تھے۔ انہیں ہمارے سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم نے صورتِ حال کو بڑی تفصیل کے ساتھ دیکھ کر اس کونسل کی رُکنیت اختیار کی تھی۔

2000ء میں جنرل پرویز مشرف نے امورِ مملکت چلانے کے لیے وزراء پر مشتمل ایک کابینہ تشکیل دینے کا فیصلہ کیا تو ڈاکٹر غازی صاحب کو مذہبی امور کی وزارت کے لیے منتخب کر لیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اگست 2000ء میں وزارتِ مذہبی امور کا قلم دان سنبھالا اور دو سال تک اس وزارت کے ساتھ منسلک رہے۔ وفاقی وزیر کی حیثیت سے ڈاکٹر غازی صاحب نے کئی اقدامات کیے۔ آپ کی خواہش تھی کہ زکوٰۃ کی وہ رقوم جو اربوں کی مقدار میں جمع ہیں انہیں invest کیا جائے اور اس طریقے سے invest کیا جائے کہ اُس کا فائدہ ملک کے غریب طبقہ کو ہو۔ اس مقصد کے لیے آپ نے بہت تفصیل کے ساتھ پلاننگ کی تھی۔ لیکن ہمارے ملک میں چونکہ مفید منصوبہ کے اجراء میں کئی اژدہا حائل ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر غازی صاحب کا واسطہ بھی بڑے بڑے اژدہاؤں سے پڑا اور انہیں اپنی پلاننگ پر عمل کرنے کی فرصت نہیں دی گئی۔ دینی مدارس کے ضمن میں ڈاکٹر صاحب کی ایک ذاتی سوچ تھی۔ آپؒ کی یہ سوچ دینی مدارس اور کلیات و جامعات کے ساتھ ایک طویل عرصہ کے انسلاک کی پیداوار تھی۔ آپؒ چاہتے تھے کہ دینی مدارس کے نظام پر نظرِ ثانی کی

جائے اور نصاب میں ترمیم وتخفیف کی جائے۔ دینی مدارس کی تعداد میں منطقی ترتیب پیدا کی جائے۔ ہر صوبے میں ایک مرکزی جامعہ ہو اور باقی مدارس اُس کے ساتھ منسلک ہوں۔ تمام مدارس میں دورۂ حدیث تک درجات نہ ہوں بلکہ بعض مدارس میں ابتدائی درجات ہوں۔ بعض میں متوسطہ اور محض ان مدارس میں موقوف علیہ اور دورۂ حدیث کا درجہ ہو۔ جن کے پاس قابل اساتذہ اور مناسب وسائل موجود ہوں۔

2001ء میں جب ڈاکٹر غازی صاحبؒ مدرسہ تعلیم الاسلام (تبلیغی کالج) کراچی کی تقریبات میں ہمارے ساتھ تشریف لے گئے تو وہاں کے علماء اور مہتممین مدارس کے سامنے آپؒ نے اپنا منصوبہ بڑی تفصیل کے ساتھ پیش کیا۔ آپ کی خواہش تھی کہ وزارتِ مذہبی امور کا فنڈ اِدھر اُدھر خرچ ہونے کے بجائے دینی مدارس کی upgradation پر خرچ ہو۔ لیکن یہ منصوبہ بھی بہت ساری حائل رکاوٹوں کی بناء پر کامیاب نہ ہوسکا۔

اگست 2002ء میں ڈاکٹر غازی صاحب نے وزارتِ مذہبی امور کا قلمدان چھوڑ دیا۔

2004ء میں ڈاکٹر غازی صاحب کو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے بورڈ آف ٹرسٹیز نے بطورِ صدر منتخب کر لیا۔ یہ وہ دَور تھا جب بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی مالیاتی بحران کا شکار تھی اور یونیورسٹی کے کئی یونٹ عملاً معطل ہو کر رہ گئے تھے۔ ڈاکٹر غازی صاحبؒ نے سب سے پہلے یونیورسٹی کے مالیاتی معاملات پر توجہ دی اور حکومتِ وقت کے ساتھ اپنے تعلقات استعمال کرتے ہوئے یونیورسٹی کے فنڈز میں معقول اضافہ کرایا۔ علاوہ ازیں بیرون ملک کئی اداروں کے ساتھ رابطہ کر کے یونیورسٹی کو مالی طور پر مستحکم کر دیا۔ آپ نے یونیورسٹی کے بنیادی کلیات پر توجہ دی۔ کلیہ شریعہ اینڈ لاء کے اُمور و معاملات کو خود دیکھا۔ اس کی فیکلٹی کو بڑھایا اور اقسام میں اضافہ کیا۔ کلیہ اصول الدین میں طلبہ کے لیے سکالرشپ کا اہتمام کیا اور بہت سارے ایسے اقدامات کیے جن کی وجہ سے کلیہ اصول الدین دوبارہ زندہ ہوگیا اور کلاسیں طلبہ سے بھر گئیں۔ کلیہ عربی کے اقسام میں منطقی ترتیب کے مطابق اضافہ کیا۔ آپ کہا کرتے تھے کہ یہ تینوں کلیات اسلامی یونیورسٹی کی جان ہیں۔ یہ کلّیات مخدوم ہیں اور باقی کلّیات ان کی خادم ہیں۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کی عمارت ڈاکٹر غازی کی یادگار ہے۔ اس عمارت کی تعمیر پر آپ نے بہت خاص توجہ دی۔ آپ کہتے تھے کہ حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اس لیے عمارت کی تعمیر میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ جتنا فنڈ دستیاب ہے اسے استعمال کر لینا چاہیے۔ فنڈز کے استعمال میں آپؒ اگرچہ حددرجہ محتاط تھے لیکن جہاں واقعی ضرورت ہوتی تھی وہاں خرچ کرتے تھے۔ جب آپؒ دعوۃ اکیڈمی کے ڈائریکٹر جنرل تھے تو ہر سال اکیڈمی کے بجٹ سے ایک بڑی معقول رقم بچاتے تھے۔ آپؒ کا منصوبہ تھا کہ جب یہ فنڈ دس کروڑ تک پہنچ جائے تو اس کی بنیاد پر دعوۃ ٹرسٹ قائم کریں گے اور اس طرح دعوۃ اکیڈمی اپنے پروگراموں

کے چلانے میں گورنمنٹ کے فنڈز کی محتاج نہیں رہے گی۔اس منصوبہ کے تحت آپ نے مطلوبہ رقم کا ستر فیصد حصّہ جمع کر لیا تھااور اگر آپ کو دعوۃ اکیڈمی میں مزید دو سال رہنے کا موقع مل جاتا تو دعوہ ٹرسٹ قائم ہو جاتا۔لیکن ایسا نہیں ہوسکا بعد میں وہ رقم یونیورسٹی کے دیگر مدّات میں استعمال کی گئی۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے صدر کی حیثیت سے آپؒ نے یونیورسٹی کے ظاہری اور معنوی استحکام کے لیے کئی اقدامات کئے اور یونیورسٹی کے تشخص کو نمایاں کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن اب حالات ایسے نہ تھے کہ یونیورسٹی کا اصل تشخص کما حقہ برقرار رہے۔2006ء میں آپ کے منصب کی مدت پوری ہوئی تو اس میں تمدید نہیں کی گئی۔

ڈاکٹر غازی صاحب بنیادی طور پر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے پروفیسر تھے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ اسلامی یونیورسٹی تک محدود نہ تھے بلکہ تمام جامعات میں علوم اسلامیہ کے طلبہ آپؒ سے مستفید ہوتے تھے۔آپ صحیح معنوں میں علوم اسلامیہ کے پروفیسر تھے۔جس ادارہ اور جس یونیورسٹی سے آپ کو لیکچر، سیمینار اور کانفرنس میں شرکت کی دعوت ملتی آپ فوراً تیار ہو جاتے۔آپ کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ تھی کہ مطالبہ بالکل نہیں کرتے تھے۔لیکچرز دینے کا معاوضہ قبول نہیں کرتے تھے۔رہائش، خوراک اور سفر کے ضمن میں کوئی تکلف اُن کے ہاں نہیں تھا۔علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کا بہت خصوصی تعلق تھا۔آپ اس کے ایگزیکٹو کونسل کے ممبر رہے۔تقریباً ہر سال ربیع الاول کے مہینہ میں سیرت کے موضوع پر لیکچر دینے کے لیے آپ تشریف لاتے تھے۔کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ کو پہلے دن سے آپؒ کی سرپرستی حاصل رہی۔یہی وجہ ہے کہ جب کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ کے لیے یونیورسٹی کیمپس میں مستقل بلاک کی تعمیر مکمل ہوئی تو اس کے افتتاح کے لیے ڈاکٹر انوار حسین صدیقی صاحب نے ڈاکٹر غازی صاحب کو دعوت دی۔

ڈاکٹر غازی صاحبؒ نے بلاک کا افتتاح کیا اور اس موقع پر بہت پرمغز گفتگو فرمائی۔آپؒ کہتے تھے کہ:

"یہ یونیورسٹی علامہ اقبال کی طرف منسوب ہے اور آپؒ کو علامہ اقبال سے قلبی اور جذباتی عقیدت ہے اس لیے یہاں آنے کو اپنے لیے سعادت اور باعثِ فرحت سمجھتے ہیں۔"

کلیۂ عربی وعلوم اسلامیہ میں جب بھی ایم فل اور پی ایچ ڈی پروگرام کی ورکشاپ ہوتی ہم آپ کو دعوت دیتے تو آپ اپنی دیگر مصروفیات چھوڑ کر تشریف لاتے اور گھنٹوں طلبہ کے ساتھ بیٹھ کر ان کے خاکہائے تحقیق پر گفتگو فرماتے۔ ڈاکٹر غازی صاحبؒ "معارفِ اسلامی" کی مجلس مشاورت کے ممبر رہے اور محض ممبر نہیں رہے بلکہ بہت Active member رہے۔"معارف" کا ہر عدد آپؒ بڑے التزام کے ساتھ پڑھتے تھے اور بتاتے تھے کہ اُنہوں نے "معارف" کے سارے مقالات پڑھ لیے ہیں۔

کلیۂ عربی وعلوم اسلامیہ کے کئی سکالرز نے ڈاکٹر غازی صاحب کی نگرانی میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات مرتب کیے۔شاگردوں کے ساتھ آپ کا روّیہ غیر معمولی مشفقانہ ہوتا تھا۔viva-voce کے دوران زیر بحث مقالہ کے تمام پہلوؤں کو بڑی تفصیل کے ساتھ اُجاگر کرتے تھے اور طلبہ کو رہنمائی فراہم کرتے تھے۔ایک موقع پر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے ایک سکالر کے مناقشہ میں ہم بیٹھے ہوئے تھے۔سکالر نے ڈاکٹر غازی صاحب کے اشراف میں مقالہ لکھا تھا۔میں بیرونی ممتحن کی حیثیت سے تھا۔جب مناقشہ مکمل ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے اُن تمام سوالات پر ایک ایک کر کے بڑی تفصیل کے ساتھ گفتگو فرمائی جو اس سکالر سے کیے گئے تھے اور فرمایا کہ:

''سکالر میں ابھی اتنی پختگی نہیں آئی کہ موضوع کے سارے پہلوؤں کو سمجھ سکے البتہ اپنی سطح کے مطابق اس نے محنت کر لی ہے اور اُمید ہے کہ مستقبل میں مزید محنت کرے گا۔''

ڈاکٹر غازی صاحبؒ کا تعلق 1988ء تک محض تدریس وتحقیق سے رہا۔لیکن اس کے بعد مسلسل انتظام وانصرام کے اُمور سے بھی منسلک رہے۔انتظامی معاملات میں آپؒ حد درجہ محتاط رہتے تھے۔آپؒ نے ہمیں کئی بار بتایا کہ انتظامی امور میں وہ دو اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ایک امانت ودیانت اور دوسرا تحمل وبرداشت۔

امانت و دیانت کے لحاظ سے آپ ضرب المثل تھے۔تحمل و برداشت کا ملکہ بھی آپ کا غضب کا تھا۔ایک مرتبہ اسلامی یونیورسٹی کے طلبہ نے آپ کے دفتر کا محاصرہ کر لیا اور صبح سے شام تک آپ کے دفتر کے سامنے دھرنا دے کر بیٹھ گئے۔ڈاکٹر غازی صاحبؒ سکوت اور خاموشی کے ساتھ دفتر میں بیٹھے رہے۔عشاء کے بعد جب طلبہ نے محاصرہ اُٹھایا تو آپؒ دفتر سے نکل آئے۔پورا دِن یونیورسٹی کی انتظامیہ کو نہیں بتایا۔حالانکہ اُن دنوں آپ نائب رئیس تھے اور صاحبِ اختیار تھے۔ہمیں اس واقعہ کا علم ہوا تو بہت دُکھ ہوا۔

غازی صاحبؒ بنیادی طور پر یونیورسٹی کے پروفیسر تھے اور پروفیسر کے ساتھ طلبہ کا یہ سلوک بہت ناپسندیدہ تھا۔ ہم نے آپؒ کے دفتر جا کر ملاقات کی اور اس واقعہ پر افسوس کا اظہار کیا۔دورانِ گفتگو ہمارے ایک ساتھی نے کہا:

''ڈاکٹر صاحب! آپ کم از کم حافظ بشیر صاحب کو اطلاع کر دیتے وہ آ جاتے اور ان طلبہ کو سمجھا کر اُٹھا دیتے۔''

ڈاکٹر غازی صاحب نے فرمایا:

''مسئلہ طلبہ کا نہیں تھا۔مسئلہ اُن حضرات کا تھا جو ان طلبہ کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔اگر میں مزاحمت کا راستہ اختیار کرتا تو ان کا مقصد پورا ہو جاتا۔اخبارات میں سرخیاں لگ

جاتیں۔ یونیورسٹی کا image خراب ہوتا اور مجھے بھی سرخیوں کا زینت بنایا جاتا۔فرمایا:
میں تو فائدہ میں رہا۔ وہ لوگ باہر بیٹھے رہے میں اندر بیٹھ کر اپنا کام کرتا رہا۔ پڑھتا رہا۔لکھتا رہا۔عبادت کرتا رہا۔میرا روّیہ مثبت رہا اُن کا روّیہ منفی رہا۔اب سارے لوگ اُن کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ جولوگ اِن طلبہ کی back پر تھے وہ اپنے مقصد میں ناکام رہ گئے۔"

2006ء میں جب ڈاکٹر غازی صاحب کی مدت صدارت پوری ہوگئی تو آپ کو کلیہ معارفِ اسلامیہ' قطر کی طرف سے offer آئی۔آپؒ مزاجاً اسلام آباد کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتے تھے۔ یہاں کے کئی اداروں کے ساتھ آپ کا دیرینہ انسلاک اور وابستگی تھی ۔لیکن قسمت میں چونکہ قطر کا سفر اور وہاں کا قیام لکھا ہوا تھا اس لیے آپؒ نے بالآخر کلیہ معارفِ اسلامیہ قطر کی offer کو accept کر لیا اور اسلام آباد کو خیر باد کہہ دیا۔قطر میں رہ کر ڈاکٹر غازی صاحبؒ کو اپنی خالص غذا میسر آئی۔آپؒ معاشرتی مصروفیات سے آزاد ہو گئے۔آپؒ کو خلوت ملی،تنہائی ملی،طلبہ اور سکالرز ملے اور بہت وقیع لائبریری ملی۔ڈاکٹر صاحب نے قطر کے قیام کے عرصہ کو بہت مفید بنایا اور ان اوقات ولحات سے خوب استفادہ کیا۔آپؒ بتاتے تھے کہ قطر میں اُن کو نئی زندگی ملی اور بہت سارے نئے جہات سامنے آئے۔

2010ء کے اوائل میں آپ پاکستان تشریف لائے۔ یہاں اگرچہ آپؒ کی ذاتی مصروفیات تھیں لیکن اس کے باوجود کئی جامعات نے جب آپؒ کو دعوت دی تو آپ ان کے پروگراموں میں شریک ہوئے۔ جب قطر واپس جانے کی تیاریوں میں تھے تو وفاقی شرعی عدالت میں بطورِ جج آپ کا تقرر کیا گیا۔اب آپؒ کے سامنے دو choices تھے۔ یا تو قطر واپس جا کر بہت ساری مراعات، مفادات اور تسہیلات کے ساتھ زندگی گزاریں یا اسلام آباد میں رہ کر اپنے گھر میں عام معمول کی زندگی گزاریں۔ڈاکٹر صاحب نے اپنے ملک کی خدمت کو ترجیح دیتے ہوئے کلیہ معارفِ اسلامیہ' قطر کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور وفاقی شرعی عدالت کو بطورِ جج join کیا۔ڈاکٹر غازی صاحبؒ اس سے پہلے سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بنچ کے جج رہ چکے تھے اور اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی رہے تھے ان اداروں کی ساری ترتیب وترکیب اور تخطیط میں آپ شامل رہے تھے۔ وفاقی شرعی عدالت میں بطور جج آنے کے بعد آپؒ کی خواہش تھی کہ اب محض تحقیق کے مجال تک اپنے آپ کو محدود رکھیں اور وہ بہت سارے منصوبے جو آپ کے ذہن میں تھے اُن پر کام کریں۔

ڈاکٹر غازی صاحبؒ کو جہاں اللہ جل شانہ نے تقریر کی صلاحیت عطا فرمائی تھی وہاں تحریر کے مجال میں بھی آپ کو قابل رشک ملکہ حاصل تھا۔آپ نے سینکڑوں مقالات لکھے جو تحقیقی اور علمی جرائد میں طبع ہوئے۔علاوہ ازیں اُردو،

عربی اور انگریزی تینوں زبانوں میں آپؒ نے تالیف وتدوین کا کام کیا اور بہت وقیع کام کیا۔ ذیل میں آپ کی تالیفات کی فہرست دی جارہی ہے۔ ان تالیفات میں سے ہر ایک تالیف کی اہمیت اور افادیت مُسلّمہ ہے۔ ان تالیفات کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپؒ کو اللہ جل شانہ نے کس حد تک گوناگوں علوم وفنون میں مہارت اور بصیرت سے نوازا تھا۔

English Books

⊙	The Hijrah: Its Philosophy & Message for the Modern Man
⊙	An Analytical Study of the Sannsiyyah Movement
⊙	Renaissance and Revivalism in Muslim India
⊙	The Shorter Book on Muslim International Law
⊙	State & Legislation In Islam
⊙	Prophet of Islam: His Life & Works
⊙	Qadianism

اُردو کتب

⊙	ادب القاضی	⊙	مسودہ قانون قصاص ودیت
⊙	احکام بلوغت	⊙	اسلام کا قانون بین الممالک
⊙	محاضرات قرآن	⊙	محاضرات حدیث
⊙	محاضرات فقہ	⊙	محاضرات سیرۃ
⊙	محاضرات معیشت وتجارت	⊙	اسلامی شریعت اور عصر حاضر
⊙	امر بالمعروف ونہی عن المنکر	⊙	محکمات عالم قرآنی
⊙	قواعد فقہیہ	⊙	قرآن ایک تعارف

⊙	اسلام اور مغرب تعلقات	⊙	تقنین الشریعه
⊙	اسلامی بنکاری	⊙	مسلمانوں کا دینی وعصری نظام تعلیم
⊙	اسلام اور مغرب	⊙	اصول الفقه

عربی کتب

⊙	تحقیق و تعلیق السیر الصغیر
⊙	القرآن الکریم المعجزه العالیة الکبریٰ
⊙	یا امم الشرق
⊙	تاریخ الحرکة المجددیه

پاکستان میں اب آپ کا ایک وسیع حلقہ قائم ہوگیا تھا۔ رسمی جامعات کے علاوہ دینی جامعات کے ساتھ آپ کی میل جول بڑھ گئی تھی۔ دینی مدارس کے بارے میں اب آپ کا تجزیہ یہی تھا کہ پاکستان میں علوم اسلامیہ کی ترویج و اشاعت انہی اداروں کی مرہونِ منت ہے۔ ان پر توجہ کی ضرورت ہے ان کی اصلاح کی ضرورت ہے اور ان کو support کرنے کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر غازی صاحب نے اب ایک ایسے درخت کی شکل وصورت اختیار کر لی تھی جس کی ساری شاخیں پھلوں سے لدی ہوئی ہوں اور سارا پھل پک کر تیار ہو چکا ہو۔ یہ برگ و بار سے بھرپور درخت 26 ستمبر 2010ء کو ایک ایسے طوفان کے سامنے بے بس ہوگیا جو بہ ظاہر بہت خاموش تھا لیکن یہ باطن بہت شدید تھا ڈاکٹر غازی صاحبؒ کا سایہ علوم اسلامیہ کے اُن تمام سکالرز کے سر سے اُٹھ گیا جنھوں نے اُن سے استفادہ کیا اور جنہوں نے اُن سے استفادہ کرنا تھا۔

26 ستمبر 2010ء کی صبح کو ڈاکٹر غازی صاحبؒ کی طبیعت ناساز ہوگئی طبعیت کی یہ ناسازی جان لیوا ثابت ہوئی۔ آپؒ کے انتقال کی خبر اسلام آباد کے علاوہ ملک کے اطراف واکناف میں بڑی تیزی کے ساتھ پھیل گئی۔ ظہر کی نماز کے بعد نماز جنازہ میں سوگواروں کی بہت ضخیم تعداد نے شرکت کی اور آپؒ کو آہ و بکا کے ساتھ الوداع کہا۔ اللہ جل شانہٗ ڈاکٹر غازی صاحب کی خدمات اور حسنات کو قبول فرمائے اور انہیں بیش از بیش اجر عطا فرمائے۔ آمین